رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۶

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالانے والا اکیلا اخبار

نور

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے ۳
" ششماہی " " ۱/۶
" سالانہ امرائے ۴
" " ممالک غیر سے
۸ شلنگ

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیاں ذکر کرنا اور دیگر مذاہب کے حملوں کا
۲۔ سکھوں اور آریوں میں اسلام کے اہم فرائض کو ادا
۳۔ دیگر مذاہب کے حملوں کا اور صحیح جواب دینا۔
۴۔ رئیسوں اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط و مستحکم کرنا۔

جلد ۱۷ | ایڈیٹر: شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ ودوان برہمچاری | نمبر ۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضروری اطلاعات

جن دوستوں کا چندہ اخبار ماہ نومبر تک ختم ہے یکم نومبر کو ان سب کے نام وی پی ہوں گے مجھے توسیع رکھنی چاہیئے۔ کہ اس نازک وقت میں ہر ایک دوست نور کا وی پی وصول فرما کر خصوصیت سے دعا اور شکریہ کا موقع دیگا۔ ہاں اگر کوئی دوست کسی وجہ سے اس وقت وی پی وصول کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ یکم نومبر سے قبل دفتر نور میں اس قسم کی اطلاع بھیجدے ورنہ آئندہ سال بعد ہر دوست کا اخلاقی فرض ہو جائے گا کہ وہ وی پی وصول کرے۔

بار بار وی پی واپس کرنیوالے

خریدار اس نوٹ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ ۱۹۲۶ء میں جن خریداروں نے باوجود متعدد اطلاع دینے اور باقاعدہ پرچہ وصول کرتے رہنے کے ہر موقع پر اپنے وی پی واپس کر کے نور کے ساتھ بے [illegible] کا ثبوت دیا ہے۔ انہیں پھر آخری مرتبہ یکم نومبر کو وی پی ہوں گے۔ اگر اب بھی انہوں نے وی پی واپس کر دیئے تو پھر ان کے نام ہمیشہ کے لئے نور بند کر دیا جائے گا۔ ہاں بطور اطلاع ایسے ہمدردوں کے نام اخبار میں شایع کر دیئے جائیں گے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ

ہمارے بھی ہیں مہربان کیسے کیسے

اور ایسے دوستوں کی موجودگی میں دشمنوں کی کیا ضرورت ہے۔

معذرت

بموجب ارشاد ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ مجھے پشاور اور مردان کے احمدیہ جلسوں میں تبلیغ کے لئے جانا پڑا اور قریباً بارہ روز کے بعد وہاں سے واپس آیا اور جب سے واپس آیا بیمار ہوں یہی وجہ ہے کہ یہ پرچہ مجبوراً بجائے ۱۲ صفحوں کے ۸ صفحوں پر شایع ہو رہا ہے اور موجودہ حالات میں اسیکو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ حسب

سکھوں سے مباحثہ

جناب چودھری غلام احمد صاحب نمبردار کریام ضلع جالندھر سے لکھتے ہیں کہ ۱۱۔ اکتوبر کو سکھوں کے مشہور پرچارک سنت بسنت سنگھ و نگینہ سنگھ سے حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے اسلام کے متعلق مباحثہ قرار پایا ہے۔ جیسے بھی ہو براہ کرم آپ ۱۰۔ اکتوبر کو ضرور کریام پہنچ جائیں ممنون ہونگا۔ اگر فرصت کم ہو تو کچھ فرصت نکالکر آجائیں۔ کیونکہ قریباً دس گاؤں کے سکھ صاحبان جمع ہوں گے۔ سو جناب ضرور بالضرور تاریخ مقررہ پر پہنچ جائیں۔

نوٹ: جہاں سکھوں کا اس قدر کثیر مجمع ہو مباحثہ تبلیغ کے لئے یہ ایک نادر موقع تھا مگر ذرا ایڈیٹر نور کی بے بسی بھی ملاحظہ ہو میں تبلیغی دورہ سے قریباً ۱۲ روز کے بعد ۱۱ اکتوبر کو واپس قادیان پہنچا۔ صحت خراب۔ اخبار لیٹ اس پر کام کا انبار اور صرف ایک روز کی مہلت اب میں پہنچوں تو کیسے۔ چودھری صاحب موصوف میرے پرانے مہربان ہیں۔ مگر ذرا وہ میری مشکلات کا بھی اندازہ لگائیں اور پھر بعض لوگ تو اس قدر ستم ڈھاتے ہیں کہ وہ دو چار روز پرچہ میں تاخیر ہو جانے سے ایڈیٹر کو ڈاکو اور رہزن سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ [illegible]

Qadian

مختصر نوٹ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امریکہ مین طلاقون کی کثرت

محکمہ مردم شماری کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ۱۹۲۳ء مین یونائیٹڈ سٹیٹس مین ۱۶۵۰۰۰ طلاقیں ہوئین لیکن ۱۹۰۵ء مین صرف ۶۸۰۰۰ تک ہی نوبت ہی ان درمیانی اٹھارہ سالون مین طلاقون کی تعداد مین زیادہ بڑھ گئی ہے۔

ڈاکٹر ایلوڈ پروفیسر آف سائیکالوجی مسوری یونیورسٹی کی رائے ہے کہ اضلاع متحدہ امریکہ مین آبادی کے تناسب کے لحاظ سے چار پانچ گنا اور زیادہ بڑھ گئی ہین۔ اور سٹیٹ آف اوریگن مین بھی ۵۶۲ شادیون مین ۱۹۲۵ء مین ایک طلاق کا تناسب تھا۔

ان سب امور سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امریکہ مین شادی صرف شخصی خیال سے اور آرام کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ ان ممالک مین کہ جہان طلاق کا حاصل کرنا آسان نہین ہے لوگون کا عام رجحان یا تو شادی کو التوا مین ڈالنے کی طرف ہے۔ اور یا بالکل ہی اس سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی طرف۔

اسلام امن اور اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہی وہ اصول ہے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اسلام مین ہرگز ہرگز شادی کو ایسا نہین بتایا گیا کہ جو اگر ایک دفعہ ہوجائے تو پھر خواہ کچھ ہی ہو۔ مرد اور عورت مین جدائی ناممکن ہو کیونکہ انسانی زندگی مین بعض دفعہ کچھ ایسی مشکلات پیدا ہوجاتی ہین کہ بجز طلاق کے ان سے رہائی ہی نہین ہوتی لیکن ساتھ ہی صنف نازک کو بھی کوئی ایسی جائداد منقولہ کی طرح نہین ٹھہراتا۔ کہ یونہی چھوڑ دی جائے۔ اور تلون و وہم کی متابعت کرتے ہوئے ذرا ذرا سی بات پر تعلق کو توڑ لیا جائے۔

شادی ایک نہایت ہی ضروری اور پاکیزہ معاہدہ ہے جو صرف اسی وقت توڑا جاسکتا ہے۔ جبکہ مرد و عورت کے تعلقات کسی صورت مین بھی قایم نہ رہ سکتے ہون۔

مسیحیت ہرگز اسلام نہین ہوسکتی

خدا معلوم نور افشان کو یہ کیون سوجھی کہ اب وہ مسیحیت کو عین اسلام قرار دینے کی کوشش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ کیا اسلام کی روز افزون ترقی اور اس کے خوشگوار مستقبل کے خیال نے اسے یہ سبق پڑھایا کہ وہ مسیحیت کو اسلام کا نام دیکر لوگون کو اس کی طرف متوجہ کرے۔ اگر یہی ہے تو اچھا ہے کہ اسلام کی شہرہ آفاق قبولیت عام کا اثر اس پر بھی ہوا اور اس نے بھی اپنی مایہ ناز شے کو اسلام سے ہی منسوب کرنا چاہا۔ چنانچہ وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ دنیا مین آزادی کی ہوا چل رہی ہے۔ اور اسلام اس آزادی کی خواہش کو بہ احسن وجوہ پورا کرسکتا ہے۔ مسیحیت کے متعلق یہ جتانا چاہتا ہے۔ کہ اس مین بھی کل مذاہب کے لوگون کے لئے آزادی موجود ہے۔ مگر افسوس علمبردار مسیحیت کا یہ دعویٰ صرف دعویٰ ہی ہے اور بس۔ کیونکہ انجیل مین ہرگز ایسا نہین کہا گیا کہ تم سوائے بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑون کے کسی اور کو بھی وہ "موتی" اور "ہیرے" و "وجو" "کتون" کے سامنے نہ پھینکے گئے جہان کے طلبگار ہوتے ہوئے بارگاہ حضرت یسوع ناصری مین آئے۔ اور ایسا ہی اس خاص "روٹی" کو پانے سے محروم رہے۔ جو سخت گرسنگی کی حالت مین یسوعی مودی خانہ مین پہنچے۔ کہنے کو تو نور افشان نے کہدیا کہ تمام مذاہب کے لوگون کو عیسائیت مین آزادی موجود ہے لیکن حال یہ ہے کہ جوان مین داخل ہونے کو آتا ہے۔ یا یسوعی اصطباغ پانے کی منت کرتا ہے وہ دھتکارا جاتا ہے اور جب یسوعی حلقہ ہی مین کوئی داخل نہین ہوسکتا تو پھر یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس مین کل مذاہب کے لئے آزادی ہے۔ اور جب اس مین وہ آزادی نہین۔ جس کا نور افشان کو دعویٰ ہے۔ اور جو صرف اسلام مین ہی پائی جاتی ہے۔ تو پھر یہ کہنا کہ مسیحیت کو اسلام مین ماننا چاہیئے۔ پرلے درجہ کی غلط بیانی ہے۔

مسیحیون سے جہاد

اسی مضمون مین کچھ جہاد پر بھی خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ کہ اسلام مروجہ مین جہاد و مقاتلہ کے مباح ہونے کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیون جہاد نہین کیا اور بالخصوص مسیحی حکام کے ساتھ کہ وہ تو ان کی رائے مین دجال ہین۔ اور دجال کے ساتھ جہاد کرنا ضروری ہے۔ چونکہ انہون نے جہاد نہین کیا۔ اس لئے وہ اس تعلیم سے کنارہ کشی اختیار کرکے عدم مزاحمت یا عدم تشدد پر کاربند ہوگئے!! اور ان کا ایسا کرنا انجیل کی تعلیم عدم مزاحمت اور عدم تشدد کی فرمان برداری کرنا ہے۔

یہ بالکل غلط ہے حضرت مسیح موعود نے جہاد نہین کیا اور بالخصوص مسیحیون کے ساتھ۔ جہاد تو کیا لیکن نہ تلوار کے ساتھ بلکہ دلائل کے ساتھ اور یہی وہ جہاد تھا جو موعود مسیح کے لئے مشاہد ایزدی نے تجویز کر رکھا تھا اور اسی جہاد کے ہاتھون مسیحی گروہ ہراساں و لرزان ہو اور اس بات پر مجبور ہوگیا ہے۔ کہ اپنے بچاؤ کے لئے سامنے ہی نہ آئے۔

رہی عدم مزاحمت اور عدم تشدد کا سوال واضح رہے کہ انجیل ہرگز ہرگز عدم مزاحمت اور عدم تشدد کی تعلیم نہین دیتی بلکہ وہ تو حضرت یسوع مسیح کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کو اس رنگ مین پیش کرتی ہے کہ "یہ نہ سمجھو کہ مین صلح کرانے آیا ہون۔ صلح کرانے نہین بلکہ جنگ کرانے"! اور پھر آگے چل کر اس مفہوم کی عبارت ہے کہ ماں کو بیٹے سے بہن کو بھائی سے اور بیوی کو خاوند سے جدا کرنے آیا ہون۔ اور پھر حواریون کا کپڑے بیچ کر تلوارین خریدنا بھی انجیل سے ثابت ہے۔ غرض یہ اور اور سب ایسی باتین مل ملا کر ثابت کر رہی ہین۔ کہ انجیل عدم مزاحمت اور عدم تشدد کی تعلیم ہرگز نہین دیتی بلکہ وہ تو بیت المقدس کی سیڑھیون پر بیٹھنے والون کا حضرت یسوع کے ہاتھون کوڑون سے پٹنا حانا بتاتا ہے۔

خط و کتابت مین چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکھ تاریخ پر ایک نظر

ہے۔ تو موجودہ تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس قوم میں مذکورہ بالا اوصاف پائے جاتے ہیں وہ سختی تنزل کے بعد ایک نہ ایک دن ضرور ترقی کرتی ہے۔ یہی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مرد صاحب عزم و جرأت اور حکمران ہستی ہے۔ اور ان صفات کا ثبوت ایک مدت تک دیتی رہتی ہے۔ اور پھر یہ صفات ان کی اولاد میں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ اور یہ سلسلہ بدستور قائم رہتا ہے۔ جب تک کہ یہ قوم کو تخت و تاج نصیب ہوتا رہتا ہے۔

مذہبیت اور اصل سیاست

پیشتر اس کے کہ ایک مرتبہ پھر تاریخ سکھ کے اس دور کی طرف رجوع کریں جس میں سکھ قوم کو تخت و تاج نصیب ہوا۔ ہم اس امر کو واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ سکھ تحریک کی بنیاد اصل میں مذہبی تھی۔ اور یہ مذہبیت ہی تھی جس نے سکھوں کو ایک قوم بنا دیا۔ اور ان کے اندر ایک خاص قسم کی روح پیدا کر دی۔ اور یہ روح ہی تھی جس نے سکھوں کو ایک مضبوط قوم بنا دیا۔ اور یہ روح ہی تھی جس نے سکھوں کو ایک مضبوط قوم بنا دیا۔ اور یہ روح ہی تھی جس نے سکھوں کو ایک مضبوط قوم بنا دیا۔

شری گورو نانک دیو جی کا عقیدہ

تیرہویں گرو شری گوبند سنگھ جی نے جو خالصہ پنتھ کی بنیاد رکھی اس کے ذریعہ انہوں نے سکھوں کو ایک نئی تعلیم دی۔ آپ نے بتایا کہ خدا واحد ہے۔ اور اس کی عبادت گرو یا بتوں کی فضول قسم کی رسوم اور توہمات کی تو بہ میں ہے۔ اس طرح آپ نے سکھوں میں ایک نئے عقیدے اور ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈالی۔

سکھوں کی تنظیم کا آغاز

دسویں گرو شری گوبند سنگھ جی نے سکھوں کی تنظیم کے لئے اول گورمکھی حروف ایجاد کئے۔ جس میں بعض منتھ کے نام سے مقدس کتابیں لکھی گئیں۔ پھر آپ نے شری گورو نانک دیو کے حالات زندگی کو گورمکھی زبان میں قلمبند کیا۔ تیسرا کام یہ تھا کہ سکھوں کو ایک نظام میں لانے کے لئے آپ نے امرت کی رسم جاری کی۔ جس سے ہر سکھ کو عقیدت کھانا ملتا تھا۔ کہ جان بازی کے میدان میں ثابت قدمی اور استقلال سے کام لے۔ اور یہ رسم آج تک سکھوں میں جاری ہے۔

سکھوں کے سب سے بڑے تیرتھ کی بنیاد

آپ جس جگہ پر گیانی ہوئے تھے جہاں شری گورو نانک دیو نے موضع کرتارپور صاحب کی بنیاد ڈالی اور ایک دھرمسالہ تعمیر کرائی۔ وہاں پر شری گورو امرداس جی نے موضع گوئندوال میں ایک باؤلی صاحب تعمیر کرائی جو سکھوں کا سب سے پہلا تیرتھ ہوا۔ چوتھے گورو رامداس جی نے ایک نہایت ہی قدیم اور یہ کہ آپ نے امرت سر کی بنیاد ڈالی جو اس وقت امرت سر پڑ گیا۔ امرت سر آگے چل کر بہت بڑا اور مقدس تیرتھ بن گیا۔ امرت سر کی بدولت ملحقہ کا پرچار قریب کے کسانوں میں نہایت جوش سے ہونے لگا۔ چونکہ امرت سر تجارت کی منڈی بن گیا جہاں مختلف دور دراز مقامات سے سوداگر آتے تھے۔ جس سے سکھی کے پرچار میں بہت بڑی مدد ملی

شری گورو گرنتھ صاحب کی تدوین

پانچویں شری گورو ارجن دیو جی ہوئے۔ جو زبردست منتظم کنندہ اور مدبر تھے۔ آپ نے سکھوں کی جنگی تعداد اور آپ کی گدی نشینی کے وقت بہت ہو گئی تھی تنظیم کے لئے جو مدبرانہ اقدامات کئے۔ ان میں سے ایک یہ بھی کہ آپ نے میسرے گورو کے فرزند بابا موہن جی سے اول تین گورو صاحبان کی بانیاں حاصل کیں اور ان میں خود اپنے بانی کا اضافہ کر کے اس مجموعہ کا نام آدی گرنتھ صاحب رکھا جو سکھوں کی سب سے مقدس کتاب ہے۔ دوسرا کام گورو ارجن دیو جی کا یہ تھا۔ کہ گورو رامداس جی نے امرت سر میں ایک

تالاب پر ... ور بھی تعمیر کیا تھا۔ گورو ارجن دیو نے اس تالاب پر ... ہرمندر صاحب" تعمیر کیا۔ جو بعد میں دربار صاحب کہلایا۔ اور جو سکھوں کا سب سے بڑا تیرتھ ہو گیا۔ اس وقت سکھوں کی دھارمک سرگرمیاں بہت بڑھ گئیں تھیں۔ اور امرت سر اپنے تقدس کے باعث سکھوں کا پایہ تخت بن گیا۔ اس کے بعد گورو ارجن دیو جی نے ۲۲ منجھیوں یا مسندوں کے نسبت قرار دیا کہ ان کی آمدنی ان کے منتظم صاحبان ہر سال لے کر امرت سر بیساکھی کے دن حاضر ہوا کریں۔ جہاں گورو صاحب کا اس روز دربار منعقد ہوتا تھا۔

خالصہ فوج کی بنیاد

گورو ارجن دیو جی نے ایک نہایت دور رس تدبیر یہ اختیار کی کہ سکھوں کو گھوڑوں کی تجارت کا حکم دیا کہ جس کی وجہ سے ان کو دوسرے صوبوں اور ممالک میں جانا پڑتا تھا۔ اس سے ان میں نہ صرف تجارت کو ترقی ہو گئی۔ بلکہ ذات پات چھوت چھات کے رہے سہے بندھن ٹوٹ گئے سکھوں میں شہسواری کا جوہر پیدا ہو گیا اور آئندہ خالصہ فوج کی بنیاد قایم ہو گئی۔

شاہانہ شان کا ظہور

جہاں گورو نانک دیو جی سے لیکر گورو رامداس جی تک نہایت سادہ اور عابدانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ وہاں گورو ارجن دیو جی نے سکھوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور شان کے مطابق اپنے طرز زندگی میں تبدیلی کر دی۔ آپکا دربار شاندار ہوتا تھا۔ امرت سر میں عالیشان عمارات بن گئیں تھیں جیموں اور گھوڑوں کی قطاریں لگ گئی تھیں۔ روپیہ مسندوں سے کافی تعداد میں آتا تھا۔ تجارت کو فروغ ہو گیا تھا۔ ان تمام باتوں کی بدولت گورو مہاراج کا دربار ایک شاہانہ دربار کی صورت اختیار کر گیا۔ اور سیاسیات کا سکھوں میں ظہور ہو گیا۔ گورو صاحب سکھوں میں سچے بادشاہ کہلانے لگے تھے۔ اور سکھ سلطنت کی بنیاد پڑ گئی تھی۔

سکھوں پر جبر و ظلم کا آغاز

گورو ارجن دیو جی کے زمانہ میں سکھوں کی طاقت مستحکم ہو گئی تھی۔ اس وقت شاہزادہ خسرو نے اپنے باپ مغل شہنشاہ کے خلاف بغاوت کر دی اور گورو ارجن دیو جی سے طالب امداد ہوا۔ چونکہ اس وقت تک گورو مہاراج نے کوئی فوجی پالیسی اختیار نہیں کی تھی۔ اس لئے خسرو کو صرف مالی امداد ہی عطا کی جس کے باعث آپ کی طاقت کی اہمیت نمایاں ہوئی اس کے بعد لاہور کے دیوان چندو شاہ نے آپ کے رتبہ کو محسوس کر کے آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنے فرزند سعید کی شادی اس کی دختر سے منظور فرمائیں۔ یہی وہ تجویز تھی جس سے سکھوں پر ظلم و ستم کا آغاز ہوا۔ اور جس کے ناگہانی نتائج نے سکھوں کو جنگجو قوم بنایا۔ اور آخر کار سکھہ سلطنت کے قیام کا موجب ہوئی۔

سکھہ تنظیم کا رنگ تبدیل

سکھوں کی تین صفات نہایت نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ ایک دھرم کا پرچار۔ سکھہ جہاں ہوں گے۔ دھرم کا پرچار ضرور کریں گے۔ گویا ایک ایک سکھہ صحیح معنوں میں اپنے مذہب کا پرچارک ہے۔ دوسرے جتھہ بندی۔ ہر سکھہ کی یہی خواہش رہتی ہے۔ کہ وہ ہر کام کے انجام دینے کے لئے جتھہ بندی سے کام لے جس کا دوسرا نام تنظیم ہے۔ تیسرے یہ کہ ظلم و ستم کا دل کھول کر بلکہ جان دیکر بھی مقابلہ کرے۔ اور جبر و تشدد کے بالمقابل اپنے دھرم اور اپنی قوم کی حفاظت میں جانبازی اور سرفروشی دکھائے۔ گو اول چار گورو صاحبان کے وقت تک سکھوں کی تنظیم خالص مذہبی تھی۔ لیکن گورو ارجن دیو کے زمانہ میں اس کا رنگ بدل گیا۔ اور وہ سیاسی اور فوجی رنگت اختیار کر گئی۔ اور وہ بھی ظلم و ستم کا مقابلہ کرنے کے لئے اور حفاظت خود اختیاری کی خاطر

گورو ارجن دیو کی شہادت

گورو صاحب نے چندو شاہ کی لڑکی سے اپنے فرزند کا رشتہ جوڑنے سے انکار کر دیا جس کے باعث وہ آپ سے ناخوش ہو کر برسر پرخاش ہوا۔ چونکہ آپ شہزادہ خسرو کی امداد پہلے کر چکے تھے۔ اس لئے چندو شاہ نے مغل شہنشاہ کی خدمت میں رپورٹ ارسال کی کہ چونکہ آدی گرنتھ صاحب جسے گورو ارجن دیو نے مرتب کیا ہے۔ باغیانہ کتاب ہے اور اس میں اسلام اور ہندو دھرم دونوں پر زبردست حملے کئے گئے ہیں۔ لیکن جب گرنتھ صاحب کی پڑتال کرائی گئی تو اکبر کا اطمینان ہو گیا کہ یہ تو ریاضت اور روحانیت کا بھنڈار اور بالکل بے ضرر کتاب ہے۔ اس سے چندو شاہ کو بہت مایوسی کا سامنا ہوا۔ اور وہ گورو مہاراج کے اور زیادہ درپے آزار ہو گیا۔ اور اس کی ریشہ دوانیوں کا انجام گورو صاحب کی شہادت کی شکل میں ہوا۔ چونکہ آپ کی شہادت اور ..... جو تی جوت سمانے کے حالات خالصہ پنتھ میں مشہور ہیں اس لئے اس موقعہ پر ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ظلم و ستم کی طوالت اور اس کا مسلح مقابلہ

چھٹے گورو ہرگوبند جی مہاراج ہوئے۔ جبر و تشدد کے جس سلسلہ کی ابتدا گورو ارجن دیو جی کی شہادت سے ہوئی وہ طول ہی پکڑتا گیا۔ اس نے مجبوراً اور محض پنتھ کی حفاظت کے لئے سکھوں نے جابروں کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے۔ مخالفوں کی ریشہ دوانیوں کی متعلق گورو ہرگوبند جی کو اس جرمانہ کی وصولی کے لئے گرفتار کیا گیا۔ جو آپ کے والد بزرگوار گورو ارجن دیو پر عاید کیا تھا۔ چنانچہ آپ کو چندو شاہ کے اشتعال پر گرفتار کر کے قلعہ گوالیار میں مقید کیا گیا۔ لیکن کئی سال بعد حضرت میاں میر صاحب کی مداخلت پر گورو ہرگوبند صاحب کو رہائی مل گئی۔ ساتویں گورو ہر رائے جی اور آٹھویں گورو ہرکشن جی کے زمانہ میں بھی سکھوں پر تشدد کی بھرمار رہی مثلاً قید۔ جرمانہ جبر جلا وطنی وغیرہ کا سلسلہ قایم رہا۔ جس کے باعث سکھوں کی طاقت بظاہر متزلزل ہو گئی لیکن انکی تنظیم خفیہ طور پر جاری رہی جسکا انجام یہ ہوا کہ سلطنت مغلیہ اور سکھوں میں جدائی قتال کی نوبت پہنچی۔

(از لائل گزٹ ۲۷ ستمبر)

سکھیت پر ایک نظر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(کمیونیکیٹڈ از حسن عزیز جاوید ایڈیٹر)

اب جبکہ گوردوارہ اضطراب کا تصفیہ ہو چکا۔ سکھ جد وجہد کا اجمالی خاکہ اس کے مختلف منازل طے کرنے کا بیان پر محل ثابت ہوگا۔ اس کے علاوہ عام طور پر جو اسباب شورش معلوم نہیں ہیں۔ ان پر کافی روشنی پڑے گی۔

ابتدائی تاریخ - سکھیت کے بانی گورو نانک صاحب تھے۔ جن کے حالات کے ہجوم میں آپ نے اپنی تحریک شروع کی۔ وہ بہت ابتلا اور آزمائش اور مشکلوں سے لبریز تھے۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ کہ گورو نانک صاحب ہندو تھے یا مسلمان۔ وہ چاہے جو ہوں البتہ ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ اس پر جھگڑنا صرف ان ہندو و مسلم مورخین تک محدود چاہیئے۔ جو اس میدان کے شہسوار ہیں۔

بہرکیف سکھ جماعت دسویں گورو کی آمد کے قبل تک بالکل غیر آزار رساں اور سیدھی سادی عبادت گذار مخلوق بنی رہی۔ اس دوران میں ہندو بھی خوش اعتقادی سے سکھوں کے معابد میں آتے جاتے دیتے لیتے رہے۔ اور ان دونوں فریقوں ہندو اور سکھوں میں جو تیسری ہستی تھی۔ وہ مہنتوں کی تھی۔ یہ اوداسی کہلاتے ہیں۔ زمانہ قدیم سے مہنت یا اوداسی گوردوارہ اور خانقاہوں پر قابض رہے ہیں اور ایک طور پر سکھ مذہب کے قدیم اور اولین رہبر تھے۔

ہندویت اور سکھیت کی جدائی - سکھوں نے دس گوروؤں تک تو ہندویت اور سکھیت کا بہنا یا قائم رکھا مگر جب دسویں گورو آئے۔ تو دونوں میں جدائی کا آغاز ہوا۔ دسویں گرو نے سکھوں کے آگے ایک فوجی پروگرام رکھا۔ اب سکھ فوجی اسپرٹ سے بھر گئے تھے۔ ان کے دینی اسم میں تغیر و تبدل کیا گیا۔ اور ایسی باتیں پیدا کی گئیں۔ کہ وہ ہندوؤں سے مطلق مشابہ نہ ہوں۔ یہ اختلاف کی خلیج دن بدن عمیق تر اور زیادہ وسیع ہوتی چلی گئی۔ تا آنکہ انگریزی عملداری کا آغاز ہوتے ہی سکھوں کو ایک جداگانہ فرقہ تسلیم کر لیا گیا۔ نو گوروؤں کے پیرو دسویں گورو کی تعلیمات کو ناقابل تسلیم سمجھنے لگے۔ اور پھر انجام یہ ہوا۔ کہ ان کی تعداد اقلیت میں محدود ہونے لگی۔ اگرچہ وہ قدیم تعلیمات پر جمے رہے۔ اور ان کے نئی جماعت کے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا چنانچہ آج اوداسیوں کی تعداد بالکل قلیل بلکہ اسپیچ رہ گئی۔ جبکہ امرت دھاریوں کی تعداد تیس لاکھ ہے جو دسویں گرو کے پروگرام کو مانتے ہیں۔ سکھ معابد صرف اوداسیوں نے ہی تعمیر کئے تھے۔ اور ان کے تصرف میں رہتے۔ جب سے تین گرو دیگلین۔ تو وہی ان کے قابض اور مالک سمجھے جانے لگے۔ یہاں تک کہ سرکاری ریونیو رجسٹروں میں بھی انہی کا نام درج ہونے لگا۔ اوداسی مہنتوں کی ایک تعداد نے کافی آمدنی ہونے کی باعث بداخلاق زندگی گذارنی شروع کی۔ عام سکھوں نے اس کے سدھار کی طرف توجہ کی۔

گوردوارہ اضطراب اگر سکھ چاہتے تو نہایت آسانی سے انہیں سدھار لیتے۔ لیکن ۱۹۲۰ء کا زمانہ تھا۔ کانگرس اور خلافت کا اضطراب شباب تھا۔ ان کے دل بھی امنگوں سے بھر گئے۔ اور وہ جناب گاندھی کی سنت پر عامل ہونے کی آرزو سے بے قرار نظر آنے لگے۔ ۱۹۲۰ء میں نان کوآپریشن کے پہلو بہ پہلو اکالی اضطراب سانس لینے لگا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اسے تمام ہند کا عالمگیر مسئلہ بنا دیا گیا۔ سکھ کہتے تھے۔ کہ سوائے ہمارے کوئی گوردوارہ قابض نہیں ہو سکتا۔ اور اوداسی جو کبھی اکثریت رکھتے تھے۔ پراب اقلیت میں بدل گئے تھے۔ اس دعوی کی تردید کر رہے تھے۔ گورنمنٹ کے سامنے بہت پیچیدہ مسئلہ تھا۔ ہندوؤں نے فضیاتہ علیحدہ دیئے ہیں۔ اور اوداسی گوردوارہ پر قابض ہیں۔ پس ان کے حقوق کس طرح نظر انداز کئے جا سکتے ہیں۔ اکالیوں نے مسموم سیاسی فضا سے فائدہ اٹھا کر اپنے علاوہ اور سب قلیل جماعتوں کے حقوق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور پھر گورنمنٹ کی حیثیت اور بھی زیادہ مشکل ہو گئی۔ گورنمنٹ کے زیر غور یہ اہم مسئلہ تھا۔ کہ آیا براہ راست شخصی جائدادوں پر بیجا قبضہ کر لینا خلاف قانون برطانوی ہند ہے یا نہیں۔

مسٹر گاندھی کے قدم پر قدم جب اکالیوں نے مسٹر گاندھی کے قدم پر قدم رکھا۔ تو انہیں ہر جگہ شاباش ملنے لگی۔ واہ! مرحبا!! خوب! آفریں کی آوازیں ان کے کانوں میں گونجنے لگیں اور اس طرح میٹھا ٹھونکنے سے ان کے عزائم بڑھتے رہے۔ بعض مقامات پر انہوں نے گوردواروں اور سادھوؤں پر جبری قبضہ کر لیا۔ جبکہ اور جگہ ہزاروں کی تعداد میں جیل جانے لگے۔ ہمیں گورداروں پر خود قبضہ کرنے دو۔ ورنہ قید کرو یہی ان کا تکیہ کلام تھا۔ گورنمنٹ پنجاب کو اکالیوں کے مطالبات پر توجہ کرنے کے ساتھ ہی ساتھ امن عامہ کا لحاظ بھی رکھنا تھا چنانچہ ہر ایک کے مرفاد [illegible] کر گورنمنٹ نے اپنا نقطہ نظر یہ رکھا۔ کہ اس مصیبت کا حل قانونی دفعات کی ساخت پرداخت ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے۔

بدقسمتی سے پنجاب کے چپہ چپہ میں سیاسی مقابلہ شروع ہو گیا اور اس حرمان نصیب مسئلہ کا حل نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ نان کوآپریشن کی تحریک مر گئی۔

سرہالکم کا ورود اس اثنا میں سرہالکم ہیلی سرائیڈورڈ آپ نے فی الفور اکالی جماعتوں اور انجمنوں کے مقابلہ میں وفادار اور خیر خواہ سکھوں کی انجمنوں کا آغاز فرمایا۔ جن کا واحد مدعا گوردواروں کی اصلاح کا تھا۔ سرہالکم اور طرفداروں کا خیال یہ تھا۔ کہ اکالی کہنے کو تو گوردوارہ اصلاح چلاتے ہیں۔ لیکن ان کے عزائم اور ہی کچھ ہیں۔ چنانچہ خالص اصلاحی انجمنوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اب اکالی اور اصلاحی جماعتوں میں جو توازن قوت قائم ہوا۔ تو اکالیوں نے محسوس کیا۔ کہ اب بچھوا کا اصلی وقت آ گیا۔

اگلی پچھلی کوششیں اس کے پہلے بار بار گوردوارہ [illegible] بنا اور مسترد کیا گیا سر ولیم بروڈوڈ کی انجمن تحقیقات اور مصالحت منعقد کی گئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن اکالی ٹس سے مسلح ہوئے۔ اس فتنہ میں جو شورش حالت پیدا ہوئی۔ اور جس کے لئے سکھوں نے جنوب مکل اور لیور سن آئی۔ سی۔ ایس کو اکالیوں سے غیر ضروری گفت و شنید کرنے کا مجاز فرمایا۔ اور اس کے ساتھ یہ ہدایت کی کہ وہ جو وکیل گوردوارہ قانون کا مسودہ نہ بنائیں۔ ملکہ سے سکھوں ہی پر چھوڑ دیں کیونکہ پہلے تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ سرکاری اسکیم ناقابل قبول ہوتا ہے

گوردوارہ بل

چنانچہ اب نام نہاد گوردوارہ بل تیار ہے۔ جس کو گورنمنٹ کی طرف سے پاس کرانے کی کوشش کی جائے گی۔ تو اچھی خاصی اکالی سلطنت قائم ہو جائے گی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ڈھائی سو گوردوارے بے چون و چرا اکالیوں کے حوالہ کر دیئے جائیں۔ ادھان کی سالانہ آمد کی تقریباً ۱۲ لاکھ ہے۔ کے سیاہ و سفید کرنے والے وہی اکالی ہیں۔ پنجاب گورنمنٹ مگر بہت کے سخت مخالف تھی۔ اس کا اصرار یہ تھا کہ [illegible] گوردوارہ کی منتظمہ مقامی کمیٹی ہو۔ اس کے [illegible] گورنمنٹ نے گوردوارہ کی منتظمہ کمیٹی کے ممبروں کے انتخاب کا حق مردوں کے [illegible] عورتوں کے بھی عطا کر دیا۔ درحقیقت یہ ایک [illegible] تھا جو بہت اہمیت دیا گیا ہے۔ اور ہر شخص کمال دلچسپی سے اس کا مطالعہ کرے گا۔

اس عدم مرکزیت سے ایک خاص فائدہ یہ متصور ہے۔ کہ مقامی مفاد کی نگہداشت اچھی ہو گی۔ اب جہاں تک اوامسیوں کا تعلق ہے۔ وہ بحیثیت طبقہ معزول کر دیئے گئے ہیں۔ اور اب ان کی شمولیت کا مقصد سکھوں کی رواداری اور تحمل پر ہے۔ چاہے وہ ان سے شریفانہ برتاؤ کریں یا نہ کریں۔

ہندوستان کا بلقان

پنجاب ہندوستان کا بلقان ہے۔ وہ ایسا ہمیشہ سے رہا ہے۔ وہ ایسا ہی شاید آئندہ رہے۔ جو تحریک وہاں شروع ہوتی ہے۔ اس کا اثر تمامی ہند پر پڑتا ہے اب تمام ہندوستان کی آنکھیں لگی ہوئی ہے۔ اور ہر طرف اب یہ خواہش ظاہر کی جا رہی ہے۔ کہ اپنے اپنے مذہبی اوقاف سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اب اگر سکھوں نے دانائی سے قانون کی پابندی کی۔ تو وہ پنجاب کے بہترین منظم اور خوش حال قوم بن جائیں گے لیکن اب ایک [illegible] خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو خود ہمارا پیدا کردہ ہے یعنی ہندو اور مسلمان [illegible] کا قبضہ چھڑانے کا فکر کر رہے ہیں۔ پنجاب میں اگر وہ کامیاب ہو گئے تو موجودہ فرقہ وارانہ اختلاف زور پکڑے گا۔ پھر تین مختلف فرقے۔ ہندو۔ مسلم۔ سکھ۔ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوں گے۔ مقابلہ کے مذہبی کمیٹیاں بنیں گی۔ اور ہر ایک اپنے رقیبوں کو میدان سے خارج کرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر کیسی خطرناک صورت حالات پیدا ہو جائے گی۔

لیکن قصوروار کون ہے۔ ہم ہی ہیں اگر ہندو اور مسلم نمبر اب دل اور ایک جان ہوتے۔ تو یہ مسئلہ جس سے اس قسم کے خطرات پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اور قطعی ہے۔ کبھی نہ منظور ہوتا۔ ایسی کی کشمکش نے تیسری قوم کو فائدہ پہنچایا ہے۔

ہندو اخبارات کی سیر

"شیطان" کے متعلق تحقیقات

مسٹر گاندھی جی سے ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ آپ کے بعض مضامین میں لفظ شیطان کے استعمال سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ شیطان کی ہستی کے قائل ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ ہندو دھرم کے سراسر خلاف ہے۔ دھرم شاستر میں انسانی زندگی کے تنزل کی بنیاد چھ قسم کی بداخلاقیوں پر رکھی گئی ہے۔ شہوت۔ غصہ۔ طمع۔ فریب۔ غرور۔ غفلت۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو مذہب میں شیطان کے لئے کوئی جگہ خالی نہیں کیا آپ سچ مچ کسی بوڑھے شیطان کی ہستی کے قائل ہیں۔

اس کے جواب میں مہاتما گاندھی جی فرماتے ہیں۔ کہ میں یہ امر فرض کرتا ہوں۔ کہ ہندو دھرم میں شیطان کے لئے جگہ ہے۔ انجیل میں بھی "شیطان" کسی خاص

کسی خاص آدمی کا نام نہیں۔ جو مطلب ایک وس کا ہے وہی مطلب دوسرے والے کا۔ اس لئے کسی کا تاریخی نام لینا بے فائدہ ہے۔ وہی مطلب "شیطان" کا ہے "اعتبار سے جب برے خیالات کو شاعرانہ بلند پروازی کے ساتھ "آدمی کی شکل" دیدے کر بیان کیا جاتا ہے تو اس کا نام شیطان ہے۔

ستیارتھ پرکاش اور ہندو ریویو

ہندو ریویو کی رائے جو آپ نے ستیارتھ پرکاش کے آخری چار سمولاسیوں کے متعلق ظاہر کی ہے [illegible] سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں [illegible] مجھے یقین ہے کہ موجودہ ہندو سماج [illegible] کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور نہ اس [illegible] ٹھیک ہے۔ کہ اگر کبھی اس کی خواہش ظاہر کی بھی ہو۔ تو بھی اس پر عمل ہو سکے گا۔ یہ بڑی بڑی [illegible] ہوا ہے۔ بہتر ہے کہ ان کو نکال دیا جائے۔

دوسرے ستیارتھ پرکاش کا وہ حصہ ہے جو غیر مذاہب سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ حصہ علوم کے بڑھا ہوا ہے اور ہمیں یقین ہے۔ کہ اگر سوامی دیانند آج زندہ ہوتے تو یہ حصہ یقیناً خارج کر دیتے۔

مسٹر ہندو ریویو نے جن منصفانہ الفاظ میں آریہ سماجیوں کو یہ نیک رائے دی ہے۔ کہ وہ ان قابل اعتراض باتوں کو نکالدیں۔ تو وہ درحقیقت گوشش ہوش سے سنے جانے کے قابل ہے۔ نیوگ پر دنیا کی مہذب قومیں ہی معترض نہیں۔ بلکہ خود یہ ہے کہ ایسی فحش تعلیم کے خلاف مصلح مزاج آریہ سماجی بھی ہیں۔

(اسد رمضان ۹ ستمبر ۱۹۲۵ء)

لالہ لاجپت رائے کا ویدک دھرم سے اخراج

۲۰ اکتوبر کا پرتاب لکھتا ہے کہ لالہ جی کئی سال [illegible] آریہ سماجی رہے ہیں۔ آج کل وہ آریہ سماجی نہیں [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جس بنا پر وہ آریہ سماجی نہیں رہے۔ عین اسی وجہ سے وہ ہندو بھی نہیں ہو سکتے۔ ان کا ویدوں پر اعتقاد نہیں رہا اور نہ ہی وہ مانتے ہیں۔ کہ خدا کی طرف سے انسانی رہنمائی کے لئے کوئی الہام ہو سکتا ہے۔ لالہ جی اگر ہندو ہیں تو محض اس لئے کہ وہ ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے ورنہ آریہ سماجی اور سناتن دھرمی نقطہ خیال سے وہ ہندو نہیں کہلا سکتے۔ پچھلے دنوں لائل پور کے ایک سناتن دھرمی اخبار نے لالہ جی کی طرف اشارہ کر کے سوال اٹھایا تھا۔ کہ پنجاب میں ایک ہندو لیڈر ایسا ہے۔ جو مسلمانوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا لیتا ہے۔ اور وہ ویسی کھانا کھا ہی نہیں سکتا۔ پچھلے دنوں کچھ اخبارات کے کرشن نمبر نکلے تھے۔ ان میں لالہ جی کا بھی ایک مختصر سا مضمون شایع ہوا تھا۔ اس کا پہلا فقرہ یہ تھا۔

"مین کرشن کو ایشور کا اوتار نہیں مانتا"

لالہ جی آریہ سماج کو تو ہندو دھرم کا تباہ کرنیوالا بتاتے ہیں۔ اس لئے وہ آریہ سماجی نہیں ہو سکتے۔ اور اوتار کے مسئلہ کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے وہ سناتن دھرمی بھی نہیں ہیں۔ اس لئے یہ کہنا پڑے گا۔ کہ لالہ جی ایسے ہندو ہیں۔ جو نہ آریہ سماجی ہیں اور نہ سناتن دھرمی۔ سناتن دھرمی تو وہ ہو نہیں سکتے۔ آریہ سماجی وہ ہونا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس سے ان پر خاص پابندیاں عاید ہوتی ہیں۔ جنہیں ان کی طبیعت گوارا نہیں کرتی ایک موقعہ پر لالہ جی نے اس سچائی کا اظہار کیا تھا۔ کہ ہندو دھرم کی بوسیدہ دیوار اسلام کی زبردست ضرب کے سامنے نہ ٹھہر سکے گی۔

آریہ سماج کو ہندو دھرم کا تباہ کرنے والا سمجھنے کے متعلق فقرہ اگر لالہ جی کے قلم سے بیماری کی حالت میں یا نادانستہ طور پر نکل گیا ہے۔ تو قابل معافی ہے۔ ورنہ اس کے خلاف زبردست صدائے احتجاج کی ضرورت ہے اور اگر وہ اسی پر بضد رہیں تو اس کے بعد لالہ جی کا اور آریہ سماج کا راستہ اور ہو جاتا ہے۔

لالہ جی کی یہ تازہ چوٹ ناقابل برداشت ہے۔ کیونکہ یہ انہیں آریہ سماج کے خیر خواہوں کے زمرہ سے خارج کرتی ہے۔ ان کے الفاظ آریہ سماج کے ہاتھوں میں ایک ہتھیار کا کام دیں گے۔ ڈیڑھ سال پیشتر جب مہاتما گاندھی نے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے آریہ سماج پر حملہ کیا تھا تو اس وقت لالہ جی نے کسی قدر آریہ سماج کی حمایت کی تھی۔ لیکن آج وہ آریہ سماج کے ساتھ اسی بے انصافی کے مرتکب ہوئے ہیں جس کا الزام وہ مہاتما جی کو دیتے تھے۔ مہاتما جی کا قصور تو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان کا آریہ سماج کے ساتھ کبھی تعلق نہیں رہا۔ انہوں نے اپنے تئیں کبھی آریہ سماجی نہیں کہا۔ اور نہ ہی آریہ سماج کے اندر رہ کر اس کے حسن و قبح سے واقف ہوئے ہیں۔ لیکن لالہ جی کو ان کا قصور معاف نہیں کیا جا سکتا۔

ویدوں کا زمانہ

مسٹر تلک کی دو تصنیفات بہت مشہور ہیں۔ انہیں سے ایک کا نام "Orien" "اورین" یا ویدوں کی قدامت کے متعلق تحقیقات ہے۔ اور دوسری کا نام Arain Name mutheveda یعنی ویدوں کی رو سے آریوں کا پہلا گھر قطب شمالی ہے۔ پہلی کتاب ۱۸۹۳ء میں اور دوسری ۱۹۰۳ء میں شایع ہوئی تھی۔ اب ان کے دوسرے ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ پہلی کتاب مسٹر تلک نے ویدوں کا زمانہ سن عیسوی سے ساڑھے چار ہزار سال پہلے یعنی آج سے قریباً ساڑھے چھ ہزار سال پہلے کا قرار دیا ہے دوسری کتاب میں انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قدیم زمانہ میں ویدک رشی قطب شمالی کے برفانی علاقہ میں رہتے تھے۔ اس کتاب کے متعلق اخبار ٹریبون مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۲۵ء میں جو ریویو شایع ہوا ہے اس میں مسٹر تلک کے نتیجہ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"ہماری تھیوری سے اب بہت واضح طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ وید آرین نسل کی سب سے پرانی کتب ہیں۔ مگر ان میں ان کے جن دیوتاؤں کے پوجا یا ان کی جس تہذیب یا جن خصوصیتوں کا ذکر ہے۔ اس کی ابتدا ویدمنتروں کو گانے والوں رشیوں سے نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ وہ تہذیب اور پرستش انہوں نے اپنے برفانی زمانہ کے بزرگوں سے حاصل کی تھی۔ اور آئندہ کی نسلوں کے فائدہ کے لئے انہوں نے اسے گیتوں کی شکل میں محفوظ کر دیا تھا۔ اور اگر کوئی شخص آرین تہذیب کی ابتدا کے متعلق تحقیقات کرنا چاہتا ہو۔ تب اسے آخری برفانی زمانہ سے اور بھی پیچھے جانا چاہیے اور دیکھنا چاہئے کہ آرین نسل کے بزرگ۔ یہ قدیمی قطبی گھر میں کس طرح رہتے سہتے اور کام کرتے تھے"

مسٹر تلک کو سناتن دھرمیوں میں بہت اونچی پوزیشن حاصل ہے۔ لیکن یورپین محققوں کے سوائے ان کی تحقیقات سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ ویدوں کو ایشور کرت بتانا صحیح نہیں ہے۔ اور یہ کہ ان کی اس تحقیقات کی رو سے آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند صاحب کا یہ دعویٰ کہ وید ایشور کرت ہیں اور وہ آج سے دو ارب سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے سرشٹی کے آدمیں چار رشیوں پر نازل ہوئے تھے قطعی غلط ثابت ہوتا ہے

رامابائی اور سوامی دیانند

مندرجہ بالا عنوان کے تحت پنڈت اکھلانند جی بلند شہری اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش آلوچن مین سوامی دیانند کے جیون چرتر مطبوعہ اجمیر کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ سوامی جی اور راما بائی کے درمیان کچھ ایسی خط و کتابت ہوئی تھی۔ جسے دیکھکر سوامی کے اگنڈ برہمچریہ کا سوال قابل توجہ ہو سکتا ہے

ہندوستان کے دکن میں میسور ایک مشہور ریاست ہے۔ وہاں ایک پہاڑ کی چوٹی پر گنگا مول نامی ایک گاؤں ہے۔ اس گانوں میں راما بائی پیدا ہوئی تھی۔ راما بائی ایک عالمہ عورت تھی جس کے آگے سوامی جی کا علم و فضل بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتا تھا۔ سوامی جی اس کی باتوں پر گدھ ہو بیٹھے۔ اس لئے آپس میں خط و کتابت ہونے لگی سمت ۱۹۳۶ کے اساڑھ میں دیانند جی کی طرف سے پہلا خط راما بائی کے نام لکھا گیا۔ جس میں سوامی جی نے رما بائی سے حسب ذیل باتیں پوچھیں۔

آپ کی تعریف سنکر دل میں خوشی پیدا ہوئی۔ شریمتی پر اس خط کے ذریعہ سے اپنا دلی مطلب ظاہر کر کے آپ کا قلبی مقصود جاننا چاہتا ہوں۔ میں

سنا ہے۔ کہ آپ سوئمبر کے طریقے سے شادی کرنے کی خواہشمند ہیں۔ اور چاہتی ہیں کہ اپنے برابر گن کرم سوبھاؤ والا خوبصورت نوجوان مل جائے۔ کیا یہ سچ ہے۔

اگر یہاں آنے کی خواہش ہو۔ تو آجایئے جس قدر روپیہ راستے میں خرچ ہوگا۔ اس قدر آپ کو یہاں مل جاوے گا

اس خط کی کاپی ابھی تک اجمیر میں موجود ہے اسے من مانے ڈھنگ سے پتر دیوہار میں چھاپا ہے۔ اور آخر میں دستخط نہیں چھاپے۔

اسلاء ۱۹۳۲ء کی پورنما کو رامابائی کے پاس دیانند جی نے دوسرا خط بھیجا۔ جس میں حسب ذیل باتیں پوچھیں

شریمتی۔ آپ کا محبت نامہ ملا۔ اس کو دیکھنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ شریمتی کو تھوڑی سی تکلیف دیتا ہوں معاف فرمائیں گی۔

شریمتی کی پیدائش کہاں کی ہے۔ عمر کتنی ہے۔ اب آپ کے پاس ہے۔ یا آپ اکیلی ہی رہتی ہیں

اگر طے راہ کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ تو اطلاع دی جائے۔ کہ کتنا روپیہ وہاں بھیجا جائے۔

اس کے جواب میں رامابائی نے گلبرگہ سے خط لکھا۔ اور اوکھلی اپنی جائے پیدائش کے حالات لکھے۔ اور اپنی عمر ۲۳ برس کی بتلائی۔ اور یہ بھی تحریر کیا۔ کہ میرے ساتھ دوسرا اور کوئی نہیں۔ اتنا لکھکر پنڈت اکھلانند جی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد کے خط سمجھ میں نہیں آئے۔ پھر لکھتے ہیں کہ آخر کار رامابائی میرٹھ میں سوامی جی کے پاس گئی۔ ماتا تک ٹھہری

پنڈت اکھلانند جی اس خط و کتابت سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ بھلا سنیاسی کو استری کی عمر پوچھنے سے اور اس کو سفر خرچ بھیجنے سے کیا مطلب۔

پنڈت اکھلانند جی کی یہ تحریر ہمارے نزدیک نہایت حیرت انگیز ہے۔ ہم اپنے خیال میں سوامی جی کو اس سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کسی نامحرم نوجوان عورت سے اس قسم کی خط و کتابت کریں۔ اس سے اس کی عمر پوچھیں۔ اس کے سوئمبر کے طریقے پر شادی کرنے کے ارادے اور کسی خوبصورت نوجوان آدمی کی تلاش کی خواہش کو اس پر ظاہر کرکے یہ لکھیں۔ کہ اگر میرے پاس آنا چاہتی ہو تو۔ آجاؤ سفر خرچ وغیرہ دیا جاویگا۔ اور کہ تم اکیلی ہی رہتی ہو۔ یا تمہارے پاس کوئی اور آدمی ہے وغیرہ وغیرہ ہم اس بات کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ کہ سوامی دیانند جیسا بال برہمچاری اور تیاگی رشی کسی غیر عورت کے ساتھ اس قسم کے سلوک روا رکھے۔ دوسری طرف پنڈت اکھلانند جی سوامی جی کے جیون چرتر مطبوعہ اجمیر کا حوالہ دے کر اس خط و کتابت کو تحریر کرتے ہیں اس لئے آریہ سماجی دوستوں کا فرض ہے۔ کہ اس واقعہ کی اصلیت کو شائع کرکے سوامی جی مہاراج کی پوزیشن کو صاف کردیں۔ کیونکہ مذکورہ بالا واقعات سوامی جی کے متعلق مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے والے ہیں۔ (پیغام صلح)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میری عینک چھوٹ گئی

اور میرے دوست کی خراب آنکھیں اچھی ہوگئیں

آج ہمارا رجسٹرڈ موتی سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر مانا گیا ہے۔ جناب ضیاء الدین صاحب ۵۸ لوئر تھامپسن شاہ رجمنٹ کراچی سے لکھتے ہیں:۔ کہ آپ کا سرمہ میں نے استعمال کیا جس سے بہت فائدہ ہوا بندہ تین سال سے عینک لگاتا تھا۔ آپ کا سرمہ لگانے سے عینک کی عادت جاتی رہی۔ نیز میں نے ایک آریہ صاحب کو دیا۔ ان کی آنکھیں بہت خراب تھیں۔ وہ کبھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اب اس سرمہ سے اسکی آنکھیں روشن ہوگئی ہیں۔ اور اب وہ خوشی سے تمام دن پڑھتا ہے۔ اور اس سرمہ کی بہت تعریف کرتا ہے۔ براہ کرم دو تولہ سرمہ اور بذریعہ وی پی بھیجدیجئے"

اس سارٹیفکیٹ کے جھوٹا ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ کا نقد انعام دیا جائیگا۔ قیمت فی تولہ صرف ۴ پانچ تولہ پر محصول ڈاک معاف

ملنے کا پتہ:۔ مینجر کارخانہ موتی سرمہ رجسٹرڈ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

محافظ صحت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد بزرگوار بلاشبہ علم طب کے بادشاہ تھے آپ کا یہ نایاب نسخہ ہے جو ہمیں جناب خان بہادر میر زا سلطان احمد خان صاحب کے ذریعہ سے دستیاب ہوا ہے۔ یہ نسخہ کیا ہے گویا انسانی زندگی کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس کا روزانہ استعمال کمزور کو طاقت ور بنانے اور طاقت ور کو بفضل خدا ناگہانی بیماریوں سے محفوظ رکھنے۔ بھوک کو کھولنے۔ حافظہ کو تیز کرنے رنگ کو نکھارنے۔ دل و دماغ کو تقویت دینے۔ پٹھوں کو مضبوط بنانے اور قبل از وقت بالوں کو سفید ہونے سے بچانے۔ اور طبیعت میں خوشی و نشاط پیدا کرنے۔ اعضائے رئیسہ و شریفہ کی زائل شدہ قوت کو بحال رکھنے۔ گری ہوئی جوانی کے قیام اور طبیعی کی حفاظت کرنے کے لئے یہ اپنی نظیر آپ ہی ہے یہ نسخہ کیا ہے گویا حیات انسانی کے لئے ایک نادر اور قابل قدر تحفہ ہے۔ اور حقیقی معنوں میں محافظ صحت ہے صرف نباتاتی اجزاء اور کستوری سے مرکب ہے۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت للعہ پورا فائدہ تین ماہ کی خوراک سے ہی ہوگا۔ اور اور تین ماہ کی خوراک کی قیمت بجائے ۵ کے صرف ۴ لے لی جائے گی۔ ملنے کا پتہ:۔ مینجر کارخانہ موتی سرمہ رجسٹرڈ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب